U1058[illegible]

فقہ و عقاید اہل سنت
۲۲۹

مقامِ اعراف اور ڈاکٹر اقبال

— و —

یادِ مصطفیٰ کمال و سر سیّد

— و —

تصویر و تصوّر عمر خیّام

از

نقاشِ سیرت محمد احمد اللہ خان منصور حیدرآبادی

عرض حال

قبل اس کے کہ عالم خواب کے مقام اعراف کا مختصر نقشہ کھینچوں پہلے یاد اقبال میں آنسو بہانا چاہتا ہوں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو شاعر مشرق ترجمان حقیقت علامہ ڈاکٹر سر اقبال کے وفات حسرت آیات سے جو رنج پہونچا ہے۔ اور جیسی ٹھیس اس صدمہ جانکاہ کی ہر ایک دل پر لگی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ عصر جدید کا ایک بے مثل شاعر اور زبردست ادیب ہندوستان کی زمین سے ہم سب کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا۔ جسکی موت کے افسوسناک چرچے گھر گھر ہو رہے ہیں جس کے غم میں تمام ہندوستان سوگوار رہ چکا ہے جسکی یاد تا ابد ہمارے دلوں کو رولاتی رہے گی۔ ایسے حقیقت شناس شاعر کا اپنے وطن ہندوستان کو چھوڑ کر عقبیٰ کی آبدی نیند سونا اور ہم سب کو بے یار و مددگار چھوڑ جانا نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے عالم کے مسلمانوں کیلئے ایک حسرت نما خواب بن گیا ہے۔ اب کیا توقع ہو سکتی ہے کہ ایسا شاعر اعظم آئندہ اپنے نغمہ ہائے حقیقت سُنا کر اور شان ماضی بتلا کر ہمارے دلوں میں نئی رُوح پھونکتا رہے گا۔

سر اقبال کی بے وقت موت پر دنیا کے ہزاروں اخبارات اور صدہا رسالہ جات نے ماتم کیا ہے اور اس شاعرِ مشرق کی رحلت کے سینکڑوں مرثئے مقلدانِ اقبال کو آج تک تڑپاتے رہے اور یقین ہے کہ یہی دائمی رنگ باقی رہے گا۔ میرا یہی جذبۂ اعتقاد یادِ اقبال میں کچھ مسدس سنانے بے چین ہے۔

اس موقع پر معزز ناظرین کے ملاحظہ میں اس شاعرِ اعظم کا ایک خط پیش کرتا ہوں جنہوں نے مجھے لاہور سے بتاریخ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء بقلم خاص رقم فرمایا۔

(جناب نقاش سیرت محمد احمد اللہ خانصاحب منصور حیدرآبادی)

جناب من ۔ تسلیم ۔ آپ کا والا نامہ معہ پارسل کتب ابھی موصول ہوا ہے ۔ افسوس کہ گذشتہ دو سال سے علیل ہوں مشاغل علمی قریباً ترک ہو چکے ہیں اور خط و کتابت بھی شاذ ہی کرتا ہوں ۔ فی الحال آپ کی کتابیں پڑھنے کی ہمت اپنے آپ میں نہیں پاتا ۔ میں آپ کی نظم و نثر کو اچھی نظروں سے دیکھتا ہوں فقط

محمد اقبال

یادِ اقبال

ـہ تا دنیا سے وہ نایاب گوہر چل بسا   چل بسا اقبال سا بہتر سخنور چل بسا
ھا ستارہ جو درخشاں سب سے برتر چل بسا   ہند سے اسلام کا ہمدرد و رہبر چل بسا

شاعری میں اوسکو کامل تھی مہارت اور عبور
ساری دنیا مانتی تھی شاعری اسکی ضرور

ـکی ہر ایک نظم وعظ و پند کا گنجینہ تھی   شعر گوئی حالتِ اسلام کا آئینہ تھی
ت جو دل سے نکلی اس کے وہ بے کینہ تھی   حبِ قومی صلح جوئی عادتِ دیرینہ تھی

واہ کیا اقبال تھا وہ شاعرِ عصرِ جدید
قوم کو نقصان پہونچا موت سے جسکی شدید

رو رہے ہیں غم میں اس کے چار سو افرادِ قوم   اُٹھے گا کون ہم میں ہر گھڑی فریادِ قوم
پھر مرتب ہو گی کب نظموں میں یہ رُودادِ قوم   کب ملیگا ہم کو ایسا فلسفی اُستادِ قوم

اسکی بے وقت موت کا جتنا بھی ہو ہم غم کریں
کیوں نہ ہم اُس شاعرِ مشرق کا سب ماتم کریں

مل گیا ڈاکٹر لقب جسکو تو وہ اقبال تھا   اوسکی ہر ایک بات میں پوشیدہ استقلال تھا
نیک خو تھا نیک دل اللہ کا وہ لال تھا   ہر جہت سے ہند میں وہ صاحبِ اقبال تھا

فلسفہ تحقیقِ حق کا ختم اِس پر ہو گیا
اب تو قومی شاعری کا دور آخر ہو گیا

پیش جس نے کر دیا تھا فلسفہ اسلام کا   تھا وہ بیشک ظاہر و باطن میں سب کے کام کا
تھا خیال اوسکو ہمیشہ قوم کے انجام کا   تھا کلام اُوس کا سبق گذرے ہوئے ایام کا

بعد قرنوں کے ایک ایسی شخصیت پیدا ہوئی
قومی شاعر ڈھونڈ نیسے اب نہیں ملتا کوئی

کھو دیا ہے ہند نے اب ایسا جوہر لاجواب   چھپ گیا ہے ہائے وہ علم و ادب کا آفتاب
رنج میں مخلوق ہے یاں ہند کی اب بے حساب   اب ہوا جاتا ہے سینہ جس کے ماتم سے کباب

شاعری اقبال کی ہر دم ہمیں تڑپائے گی
اُس کی ہر ہر نظم تا روزِ جزا گرمائے گی

موت نے اقبال کے ڈھایا ہے ہم پہ یہہ ستم　　کب ملیگا ہم کو اس کا تابعِ نقشِ قدم
وہ بھی یاں سے چل بسا جسکا تھا باقی ایکدم　　صدمے سہتے آ رہے ہیں قابلوں کو کھوکے ہم

قوم کا تھا بے گماں اقبال میرِ قافلہ
کب بڑھے گا یا الٰہی قوم میں پھر حوصلہ

آہ وہ چرخِ ادب کا مہرِ تاباں مٹ گیا　　صفحۂ ہستی سے لاثانی سخنداں مٹ گیا
چھوڑ کر بے وقت ہائے اپنا ساماں مٹ گیا　　نیرِ برجِ شرافت ماہِ رخشاں مٹ گیا

وہ صفِ اول کا ایک بے مثل شاعر گم ہوا
نظم و نسقِ شاعری اب درہم و برہم ہوا

موت تو نے لے لیا اقبال سا شیریں کلام　　حسرتیں سر پیٹتی ہیں ہائے سب کی صبح و شام
تجھکو کد تھی جو اٹھایا ہم سے ایسا نیک نام　　کچھ دنوں رہتا ابھی علم و ادب کا یہہ امام

ہائے کیسے نکتہ داں کو لے لیا آغوش میں
راہِ حق پر تھا جو راضی وقتِ رحلت ہوش میں

خاص نغمے قوم کے اور وہ ترانے گائیگا کون　　شانِ ماضی کا مرقع قوم کو دکھلائے کون
حسِ قومی دردِ الفت قوم کو بتلائے کون　　درسِ ملت حبِ وحدت اب بھلا سکھلائے کون

وہ نہیں ہے آج ہم میں ہاں مگر نغمے تو ہیں
ایکساں سب قوم میں اس موت کے صدمے تو ہیں

مست کرتا ہے کلامِ مشکبو بھی اقبال کا　　تذکرہ ہو کیوں نہ گھر گھر نیک خو اقبال کا
شور ماتم مچ گیا ہے چار سو اقبال کا　　اور بیانِ شاعری ہے کو بہ کو اقبال کا

گلستانِ شاعری کا باغباں جاتا رہا
جو سبق آموز نقشے سبکو دکھلاتا رہا

یک بہ یک یہہ موت تجھکو ہائے کیسی آگئی　　اب گھٹا مایوسیوں کی ہم پہ ساری چھاگئی
تیری بس اک موت سے اب شاعری مرجھاگئی　　اور نکاتِ شاعری مستوں کو یاں تڑپا گئی

ہائے بزم شاعری کا جو دیا تھا گُل ہوا
لُٹ گیا باغِ سُخن تو بُلبلوں کا غُل ہوا

مرقدِ اقبال پہ بادِ صبا قربان ہے　　سونے والا قبر میں تو شاعروں کی جان ہے
ہے کفن زیرِ بدن جو قبر کا سامان ہے　　کیوں مزارِ پاک اسکی آج کل سُنسان ہے

جو سماں اوس نے دکھایا تھا قلم کے جوش میں
سو رہی ہے اب وہ ہستی قبر کے آغوش میں

پھر کہاں ملتا ہے وہ اقبال سا روشن ضمیر　　اب نہیں ملتی ہے ڈھونڈے سے کوئی اُسکی نظیر
سچ اگر پوچھو تو یہ تھا عِلم کا بدرِ منیر　　کرلیا اِس مہ کو ابرِ موت نے آکر اسیر

وہ مزے رازِ حقیقت کے اُٹھا کر چلدیا
سیکڑوں نکتے شریعت کے بتا کر چلدیا

ہائے وہ سحر آفرین رنگین بیانی ہائے ہائے — وہ لبِ خاموش سے گوہر فشانی ہائے ہائے
موج ہائے طبعِ نازک کی روانی ہائے ہائے — مٹ گئی مہر و محبت کی نشانی ہائے ہائے
مہربانی اوسکی تھی اِک مرہمِ ریشِ جگر
اوس علمدارِ حقیقت پر تھی ہم سب کی نظر

واہ کیا اقبال تھا شیریں بیاں شیریں سخن — چوم لیتا تھا سُخن بھی شوق سے اُوسکا دہن
اس کے مُنہ سے اب سُنیں گے ہائے ہم راگِ وطن — ہو گیا نغموں سے اُس کے ہند کا خالی چمن
وہ ریاضِ خُلد کی اب سیر میں مصروف ہے
جس کا گلزارِ سخن آفاق میں معروف ہے

پھول برسیں قبر میں رحمت کا ہو اوس پر ظہور — خُلد میں ہوں سامنے سب دست بستہ اس کے حور
جب سُنائے بیٹھ وا اور قصۂ اسرارِ طور — شکوۂ اقبال بھی پھر پیش ہو حق کے حضور
جب سُنا نغموں کو حق نے بول بالا ہو گیا
شاعرِ اعظم کا رتبہ اب دُوبالا ہو گیا

پھر سُنائے جاکے واں اقبال بالِ جبریل — حاملانِ عرش ہوں خوش سن کے حالِ جبریل
کچھ سُنے اقبال بھی تو قیل و قالِ جبریل — تاکہ ہو معلوم اُس کو بھی خیالِ جبریل
ہاتھ سر پر رکھ دیا اقبال کے جبریل نے
اوج پایا خلد میں قدرت کی اس تشکیل نے

پھر وہاں بانگِ درا کی کچھ نئی تمہید ہو
کچھ نئے انداز سے شکوہ کی واں تجدید ہو

پھر وہی راگِ حقیقت نغمۂ توحید ہو
جنت الفردوس اوسکا منزلِ جاوید ہو

قدسیوں کے بیچ میں وہ شاعرِ مرحوم ہو
مرحبا کا شور ہو اور تالیوں کی دھوم ہو

مشرقی شاعر کا ماتم حشر تک تڑپائے گا
عمر بھر منصور رہ رہ غم کا ترانہ گائے گا

ایسا ہمدم چرخ کج رفتار کیونکر پائیگا
سرپرستِ قوم ایسا پھر کہاں سے آئیگا

مصلحِ اقوامِ ملت ہم سے رخصت ہوگیا
کاشفِ رازِ حقیقت ہم سے رخصت ہوگیا

مقامِ اعراف اور ڈاکٹر سر اقبال

میدان اعراف میں دھوم ہے جدھر دیکھو سفید پوش تقدس مآب نورانی صورتیں نظر آتی ہیں جو رنگ برنگ کے مخملی فرشوں پر علیحدہ علیحدہ بیٹھے ہوئے خدائے واحد کی پرستش میں غرق ہیں۔ ان میں کا ایک ایسا محترم گروہ ہے جن کا ہر فرد جھوم جھوم کر ترانۂ حمد گا رہا ہے۔ کوئی حمد و نعت کے پرجوش نغموں سے دل خوش کر رہا ہے۔ کوئی آلِ نبی کی محبت میں غرق ہو کر مرثیوں کے تاثر سے آنسو بہا رہا ہے کوئی غزل خوانی میں مصروف ہے۔ کوئی مثنوی شریف ٹہل ٹہل کر پڑھ رہا ہے۔ کوئی رزمیہ میدان کی تصویر الفاظوں میں کھینچ رہا ہے۔ کوئی قوم کی بگڑی ہوئی حالت کا راگ مسدس کی طرز میں گا رہا ہے۔ کوئی زمانۂ سلف کی تاریخ کے ورق گردانی میں منہمک ہے۔

کوئی قوم کو نئے انداز سے لکچروں کے ذریعہ درس تدریس دینے کیلئے تہذیب الاخلاق کے اوراق اُولٹ رہا ہے۔ کوئی نسوانیہ تہذیب و شائستگی اور اون کی پردر دیا دکو تازہ کرنے میں غرق ہے۔ اور بہت ساری ارواح

انسانی شکل میں ان لوگوں کے ارد گرد بیٹھی ہوئیں اس محترم گروہ کے طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر داد تحسین دے رہی ہیں۔

دوسرے طرف سالکان کا کثیر گروہ درجہ بدرجہ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھا ہوا تسبیح و استغفار میں مصروف ہے اور اس کے نچلے حصہ میں مجذوبوں کی کثرت ہے اس گروہ کا ہر شخص بے خودی کے عالم میں جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے ان لوگوں کے جذبات بے خودی کا شور و شغف دوسروں کی باتیں سننے میں حائل ہوتا ہے۔ حالانکہ گروہ سالکان میں سے ایک صاحب نے للکار کر ان کو خاموش کرنے کی کوشش بھی کی مگر وہاں کون سننے والا ہے۔ ان لوگوں مستی و بے خودی کا عجیب و غریب رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس گروہ خاص سے ایک صاحب اپنا سر خود اپنے ہاتھ میں لیکر عالم جذب میں ادھر اُدھر پھرتے رہے

بہت دور سے چوتھی گروہ کے ایک دراز ریش مقدس صورت سفید نیمہ جامہ پہنے ہوئے نظر آئے جن کی دستار پر ایک کلغی لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے اس مجذوب کو غور سے سر اُٹھا کر دیکھا اور پھر مسکرا کر اپنا سر نیچا کر لیا۔ معلوم ہوا کہ یہ عالم گیر اور وہ صوفی سرمست تھے۔

تھوڑی دیر میں ایک نو وارد شخص دور سے آتا دکھائی دیا جس کا سر برہنہ اُس پر مانگ نکلی ہوئی۔ کوٹ نکٹائی اور سفید پتلون زیب تن کیا ہوا ہے کچھ لوگ اوس کو لینے کیلئے آگے بڑھے اور اکثر دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اوس کے

ہمراہ دونوں طرف اعراف کے فرشتے تھے۔ جب وہ سامنے آگیا اوس وقت سب فرشتے ایک طرف ہوگئے۔ اوس نے آتے ہی سب سے پہلے گروہ سالکان کو سلام علیک کیا۔ اور پھر اوس محترم گروہ کے ہر ایک فرد سے پر مسرّت مصافحہ کرتا رہا جن کا تعارف اعراف کے فرشتوں نے کرایا تھا۔ بعدہٗ یہ نو وارد شخص گروہ مجذوبین کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا اور بہت دیر تک سر بریدہ شخص کو دیکھتا رہا۔ یہ ہمارا ترجمانِ حقیقت علامہ سر اقبال شاعرِ مشرق تھا۔

اُس محترم گروہ نے اقبال کو سب کے بیچ میں جگہ دی اور ہر شخص اس سے مسکرا کر پُر کیف گفتگو کرتا رہا۔

اُس محترم گروہ میں حضرت مولانا رومی و حضرت مولانا جامی۔ وخواجہ حافظ۔ شیخ سعدی۔ نظامی گنجوی۔ فردوسی۔ عمر خیام۔ ولی۔ میر۔ ناسخ۔ آتش۔ انشا۔ انیس و دبیر۔ مرزا غالب۔ ذوق۔ مومن۔ امیر۔ داغ۔ حالی شبلی۔ سر سید۔ نذیر احمد۔ شرر۔ راشد الخیری وغیرہ موجود تھے۔

جب اقبال اپنی خاص نشست پر بیٹھ چکا تو مجذوبوں کا شور و شغف کم ہوگیا۔ اوس وقت سر سید۔ عمر خیام۔ حالی۔ شبلی نے اقبال سے نظم شکوہ سُنانے کی خواہش کی اقبال نے اُس کے سُنانے میں تامل کیا۔ تو مرزا غالب نے اقبال کی ہمت بڑھائی۔ داغ اقبال سے کچھ مُنہ ہی منہ میں کہتے رہ گئے۔ مرزا غالب کے اصرار پر اقبال نے اپنی خاص ادا کے ساتھ

ترنم انگیز لہجہ میں نظم شکوہ سُنائی۔ اُس موقع پر مولانا رومی اور مولانا جا
نظامی۔ گنجومی وسعدی کی نظریں دوسرے طرف تھیں۔ کبھی کبھی اقبال
کن انکیوں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ باقی خواجہ حافظ۔ سر سید۔ غالب
شبلی۔ حالی۔ آزاد۔ نذیر احمد۔ شرر۔ راشد الخیری وغیرہ نے اقبال کی ط
ٹکٹکی جمادی تھی۔ پھر حضرت نظامی گنجومی اور شیخ سعدی کے خواہش پر اقبال
جواب شکواہ سُنایا تو مولانا رومی اور مولانا جامی کے چہروں سے تبسم کے آثار نہ
تھے اور بار بار اقبال پر ان دونوں کی نظریں پڑ رہی تھیں۔

غرض اقبال نے اوس موقع پر اپنا پورا مشہور کلام حاضرین کو سُناکر
خوب داد تحسین حاصل کی اور اقبال کو مقام اعراف میں خاص جگہ ملی۔ جہاں
یہ فرشتوں کو راگ وحدت سُنا کر بارگاہ صمدیت میں اپنی قوم کیلئے دُعا خیر
کرتے رہے۔

علامہ ڈاکٹر سر اقبال اور غازی مصطفےٰ کمال صدر جمہوریہ ترکی و
سر سید احمد خان جیسے اُولوالعزم ہمدرد فدائے قوم قابل احترام ہستیوں کی
بے مثل قومی جدوجہد کو ہم اور ہمارے آنے والی نسلیں فراموش نہیں کرسکتیں
ان تینوں نیک شمایل اعلیٰ مرتبت واکمل انسانوں نے اپنی قوم پر جو احسانا
عظیم کئے ہیں۔ قوم کا بچہ بچہ ان تینوں کا نہ صرف ممنون احسانِ ہے۔ بلکہ
ان ناموں کی عظمت ہر متنفس کے دل میں تادمِ مرگ باقی رہے گی۔ دنیا کا

وجود جب تک ہے کبھی ان ناموں کے نقوش دونسے مٹ نہیں سکتے۔

ان تینوں کے کارنامے سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اس میں سے علامہ ڈاکٹر سر اقبال کی یاد کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور باقی اور دو ہستیوں کی یاد بھی اس موقع پر بے محل نہ ہوگی۔

غازی مصطفٰے کمال اور سر سید احمد خان نے پہلے ہی سے سوچ لیا تھا کہ اپنے ملک اور قوم کو کس رستہ پر چلانا چاہئے اور کن کن اصول کے اختیار کرنے میں قوم کی بہتری و بہبودی مضمر ہے۔ اگر وہ ترقیات کے نئے نئے طریقے اختیار نہ کرتے اور قوم کو غفلت کے مغاک سے باہر نہ لاتے تو قوم خوابِ غفلت سے ہرگز بیدار نہ ہوتی۔

اِن دونوں کا اپنی قوم پر احسانِ عظیم ہے اس لئے پہلے یادِ مصطفٰے کمال اور بعدہٗ یادِ سر سید کو تازہ کیا جاتا ہے۔

یادِ غازی مصطفیٰ کمال مغفور
صدر جمہوریہ ترکی

آجکل بدلا ہے تیور تو نے کیونکر آسمان
ہو رہا ہے کس لئے تو اسطرح اب بدگمان

اب کہاں تک ہو سکے ہم سے بھلا ضبطِ فغاں
پہلے ہی حالت ہماری ہو گئی تھی نیم جان

بجلیاں کب تک گرینگی کڑ کڑا تی قوم پر
رحم کر اب ذرا تو امتِ مرحوم پر

قافلے اکثر مٹے اور قافلہ سالار بھی
دل نشیں بھی چل بسے اور مٹ گئے دلدار بھی

جب مکیں ہی مٹ گئے ویران پڑے گھر دار بھی
جو کہ مصلح خاص تھے اور قوم کے سردار بھی

زلزلہ پڑتا تھا جنکے ایک ادنیٰ جوش میں
سو گئے ہیں سب کے سب یہ قبر کی آغوش میں

نام لیوا اُن کے تھے وہ بھی چلے اِس دہر سے — جو کھٹکتے تھے ہمیشہ دشمنوں کی نظر سے

تھا تنفر اونکو ہر دم بغض و کینہ مکر سے — دیکھتے تھے جنکو سارے اہلِ مسلم فخر سے

فتح و نصرت کا جو کر لیتے ارادہ جب اٹل

سامنے پھرتی تھی اِن کے دشمنوں کی پھر اجل

آہ ہم سے چھُٹ گیا وہ مصطفےٰ غازی کمال — ہے درخشاں جسکا ابتک ترک میں قومی ہلال

شور و ماتم ہر طرف ہے چار سو رنج و ملال — اب نہیں ملتی ہے اُسکی کوئی ڈھونڈے سے مثال

سُن کے رحلت ہو گیا ہے اب کلیجہ پاش پاش

دِل ہمارا فرطِ غم سے بن گیا ہے قاش قاش

کھا رہے تھے اُسکو دشمن دیکھ کے سب پیچ و خم — تھا فقط ترکوں میں باقی اسکا آخر اِک دم

روح پھونکی تن میں جب ترکوں کی اس نے اک دم — لے لیا تھا جنگ میں پچھلا علاقہ بیش و کم

جوہرِ عقل و خرد کا تھا خزینہ اس کے پاس

زندگی سے اسکے تھی ترکوں کے گھر کی ساری آس

تھا مقولہ بعض کا کہ ترک ہے بیمار مرد — قوتیں بھی پڑ گئیں ہیں اسکی اگلی ساری سرد

اب نہیں ہے ان میں کوئی کاملِ عقل و خرد — اب کہاں سے آئیگا ترکوں میں وہ اگلوں کا درد

لیک جب پیدا ہوا ترکوں میں وہ غازی کمال

اوس نے پھر چمکا دیا اِسلام کا قومی ہلال

آگیا میدان میں جب مصطفےٰ یہہ بے خطر   رزمیہ جوہر دکھایا معرکہ میں سر بہ
شیر انگورہ نے ڈالی پھر سے جو گہری نظر   نو بہ نو ہونے لگی ترکوں میں اصلاح خو

دین و دنیا کی بھلائی پہ جو غازی تُل گیا
ملتِ بیضا کا جادو سب کے دل پر چل گیا

شان و شوکت عیش و عشرت کا وہ دلدادہ نہ تھا   تھا اکیلا مصطفےٰ ہرگز فرستادہ نہ تھ
بے وجہ لڑنے کسی کے ساتھ آمادہ نہ تھا   کوئی اسکو آستائے یہ کوئی مردہ نہ

دُھن یہی رہتی تھی اسکو رات دِن آٹھوں پہر
تُرک سب اچھے رہیں جب تک کہ ہیں شمس و قمر

مدتوں پیدا نہیں ہوتے ہیں اب مصلح قوم   جو صداقت سے بنا دیتے تھے سب کے دل
مانتا تھا خاص کر ترکوں کا لوہا دل سے روم   ان کے بذل و خلق کی ہوتی تھی سب دنیا میں

تذکروں کو اُس نے اگلے سارے زندہ کر دیا
واہ کیا حسنِ عمل ترکوں کے دل میں بھر دیا

کس بلا کا اسکے دل میں عزم و استقلال تھا   رام جس سے کر لیا اخلاق کا اک جال
تھا تدبر کا یہ پتلا صاحب اجلال تھا   ابتدا سے مرتے دم تک اسکا ایک ہی چ

گتھیاں سلجھانے میں رکھتا تھا وہ یدِ کمال
اسکے آگے کر نہیں سکتا تھا کوئی قیل و قال

جانشین عصمت کی یارب اور بھی عظمت بڑھے
خادمِ کعبہ کی ہر دم چار سو عزت بڑھے

فضل سے یارب تیرے اسلام کی ملت بڑھے
ترک میں اہلِ خرد کی دن بدن جدت بڑھے

عمر دے عصمت کو یارب اور دے اقبال بھی
تا ابد دے یا الٰہی عزت و اجلال بھی

بخش دے غازی کو یارب از طفیلِ مصطفیٰ
جز ترے اسلام کا باقی نہیں ہے آسرا

اب یہی منصور کی ہے دل سے یارب مدعا
بول بالا ہی رہے تا حشر سب اسلام کا

شاہِ عثماں اس طرح چمکے الٰہی دہر میں
جس طرح کہ روشنی ہوتی ہے کامل بدر میں

یادِ سر سید مغفور

بانیٔ مدرستہ العلوم علی گڈھ

وہ محبِ قوم تھا اسلام کا بہتر نگیں
اوس کے بہتر کام پر ہوتی ہے ہر جا آفریں

سوز تھا اوسکے جگر میں درد دل رکھتا تھا وہ
قوم ہی کے نام کا مالا سدا جپتا تھا وہ

کب کسر باقی تھی ہم سب کے بگڑنے کی بھلا
اوسکی دانش سے بڑھا شخصی مدد کا حوصلہ

ناخدا بنکر سنبھالا قوم کی کشتی کو بس
بھر دیا سب کے دلوں میں علم و عمل کا اوسنے رس

وہ نہ ہوتا سارے بنتے خانقاہوں کے نشین
علمِ جدیدہ کی نہ پاتے تہہ کبھی ہم بال

ہم نہ ہوتے ڈاکٹر اور نہ بنتے جج کبھی
یوں نہ عہدے پاتے اچھے اور نہ یہ ب

رات دِن رہتا تھا غم میں ہر گھڑی سالارِ قوم
ہوتی تھی ہر وقت اوس کے کفر کے فتوؤں ک

جو کیا اُس نے بتاؤ آج تک کس نے کیا
جس نے اپنی موت تک اصلاح میں حص

مرنا جینا اوسکا تھا بس قوم ہی کے واسطے
وہ بتائے اُس نے نکتے اور بہتر راہ

رات دِن روتا تھا وہ دیکھکر پستیٔ قوم
یہ نہ ہوتا ڈوب جاتی بالیقین کشتیٔ

جو نظر آتے تھے پہلے منکرِ تعلیم سے تھے
جو خیالات ان کے تھے وہ قائلِ تر

بھیک تک مانگی ہے اس نے قوم ہی کے واسطے
کون ہے ایسا بتاؤ قوم پر جو مر س

راگ گاتا قوم کا یہہ کوئی بھی سنتا نہ تھا
یہہ بنانا چاہتا تھا جسکو وہ بنتا نہ

دربدر پھرتا تھا وہ کشکول قومی ساتھ لے
تا کہ قومی کام میں کاسہ کوئی اس کا بھ

خط ہزاروں گالیوں کے ڈاک پر آتے رہے
مذہبی اخبار اُس پر روز چلاتے رہ

کچھ نہ کی پروا اِس نے سیکڑوں دشنام کی
تھی فقط اوسکو یہی دھن قوم کے انجام

ہو گئے پھر اوسکے ساتھی شبلی و حالی نذیر
اور بنے ہمدرد مہدی اپنے لئے رب قا

اک اِدارہ بن گیا تھا قوم کا دار العلوم
روز افزوں تھے علی گڈھ کے فوائد بال

اسکے طلبا بھی تھے وہی محمود۔ اقبال۔ آفتاب
جن کا دورِ زندگی رکھتا نہ تھا اپنا جوا

اور وہ مرزا عزیز و شوکت و جوہر ظفر
قوم کی خدمت میں گذری عمر جنکی سر

ب اُسی کے خرمنِ تعلیم کے تھے خوشہ چیں | کر لیا حاصل جنھوں نے راحتِ دنیا و دین
ر دانا تھا ہمارا جو کہ سید فخرِ قوم | مانتا تھا جسکا لوہا سارا یورپ شام و رُوم
رکو اپنے کر دیا تھا قوم پر جس نے نثار | اسکے احساں قوم پر ہیں ان گنت اور بیشمار
دبا سالار قوم اے سیدِ عالی وقار | ساتھ ہے تیرے دعائے قوم و فضلِ کردگار

گلشنِ فردوس کا ہے بالیقیں تو ایک پھول
ہے ازل سے قدرداں تیرا یہ منصورِ ملول

تصویر و تصوّر عمر خیام

ایک تصویر میری نظر سے ایسی گذری جس میں ایک پری پیکر مہ جبین درخت پر جھولا جھول رہی ہے۔ سامنے دو تین گز کے فاصلہ پر چمن میں عمر خیام بیٹھا ہوا اس مہ جبین کے حسنِ خداداد سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور یہ حسن کی دیوی اپنے نازک ہاتھوں سے خیام کی خدمت میں جامِ شراب پیش کر رہی ہے۔

ئین ہے ہر رُباعی واہ کیا عمرِ خیام | ہر نکاتِ شاعری پر دل سے ہی قربان جام
ین بیٹھی ہے لیکر ہاتھ میں جام و سبو | دل میں ہے خیام کے میں کیوں نہ لوں ہاتھوں سے جام

مسکرا کر ناز سے دینے کو ہے وہ نازنین — پڑ گیا ہے سوچ میں اسوقت یہ عمر خ

جھومتی ہے خود بخود ہر جام پر مخمور عشق — بادہ نوشی دے رہی ہے عمر کو اپنا یہ

پینگیں اسکی بن رہی ہیں باغ میں خود بادکش — زور پر طبع رسا ہے عمر کی اب لا کلا

ہے ضعیفی گرچہ ظاہر دل میں ہے جوشِ شباب — دہر میں مشہور ہے خیام کا بہتر ا

ولولہ انگیزیاں بھی ہیں سپیدی میں نہاں — جھوم جاتے ہر رباعی اسکی پڑھ کے خاص

ہے عمامہ اور داڑھی دونوں بھی اسکے سپید — سرخ رنگت میں سپیدی ویسی ہی اللہ کا

جا کے دیکھا قبر وہ جب شوق سے خیام کی — شاہ رضا خاں پہلوی سا نیک خو و نیک

جب نظر اس کی پڑی ٹوٹی ہوئی اس قبر پر — از سرِ نو کر دیا ممدوح نے تکمیل کا

سونے والا سو رہا ہے قبر میں کس چین سے — ہے کفن زیرِ بدن ہاتھوں میں ہے وحدت ک

مقبرے کے گرد ہیں واں طوطیانِ نغمہ خواں — جھومتی ہیں ڈالیاں بھی قبر پر یوں روز

بوسہ زن ہیں خوشۂ انگور بھی تربت پہ سب — اور چڑھاتے پھول ہیں منقار سے بلبل

دیکھ لی منصور نے خیام کی تصویر خوب
آنکھ اُس کی حق نما ہے ویسی ہی کوثر کا جام

(تمت)

تمت

نفائس نشترات اختر علم جناب مولوی محمد احمد اللہ خان صاحب منصور حیدرآبادی کی مشہور تصنیفات

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	۲	۳	۱	۲	۳
۱	ترکی خاتون کا احسانِ عظیم	عہ ۸ر	۱۱	تذکرۂ جان پاک شہید	۴ر
۲	کالج کے ہیرے	عصہ	۱۲	مسرت کا نوٹو	۸ر
۳	سوانح عمری اکبر جنگ مرحوم کوتوال بلدہ	۱۲	۱۳	چودھویں صدی کی ظالم عورت	۸ر
۴	خونی ہتکڑی	۲ر	۱۴	بیدر کا ظالم ہمایون اور اسکی ملکہ	۴ر
۵	دیسی جواہر	عم	۱۵	دکن کی ممتاز ہستی	۴ر
۶	عیاشی کا حشر	۴ر	۱۶	نالۂ منصور .... منظوم	۲ر
۷	ہندو بیوہ کی اپیل	۸ر	۱۷	فغان منصور .... ″ / گذر گور غریبان ...... ″	۶ر
۸	مقام اعراف اور ڈاکٹر سر اقبال / یا مصطفےٰ کمال و سر سید منظوم / تصویر و تصور عمر خیام ″	۶ر	۱۸	مرقع اصلاح حال ″	۲ر
۹	ازالۂ باطل	عہ	۱۹	دکن کی جدید فضا کا مرقع ″	۲ر
۱۰	بیٹے کی قاتلہ	عہ	۲۰	پاربتی کی بہادری	۴ر

ملنے کا پتہ کتب خانہ شمس المطابع قانونی بکڈپو نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

مطبوعہ شمس المطابع مشین پریس نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن